سلسلہ مطبوعات ۱۰

اسلام کا اقتصادی نظام

(ایک اجمالی تقابلی جائزہ)

www.rahimia.org

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

نام پمفلٹ .... اسلام اقتصادی نظام (ایک اجمالی تقابلی جائزہ)

مؤلف .... مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

سلسلہ مطبوعات نمبر 10

سن اشاعت طبع اوّل .... جون /1991ء

سن اشاعت طبع دوم جنوری/1995ء

سن اشاعت طبع سوم جون/2022ء

زیرِ اہتمام .... شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان

قیمت ....

ش

www.rahimia.org

ملنے کا پتہ:

☆رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

PH:00-92-42-36307714 , 36369089

برائے خط وکتابت:

☆پوسٹ بکس نمبر 938، پوسٹ آفس گلگشت، ملتان

حرفِ اوّل

دورِ حاضر میں معاشی نظاموں کی کش مکش ایک نئے دور میں داخل ہوچکی ہے۔ سوشلسٹ نظامِ معیشت معاشی تشکیل نو اور ''پریسٹرائیکا'' کے عمل سے گزر کر اس حقیقت کی تائید کرچکا ہے کہ غیرفطری قواعد وضوابط کو فطرت سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ چناں چہ سوشل اِزم کے وہ اصول جن میں اسلام کے اصول اقتصاد سے متضاد اور علاحدہ راہ اختیار کی گئی تھی، اپنی مستقل جگہ نہ بنا سکے اور تبدیلی سے دوچار ہوگئے۔ دوسری طرف استحصالی سرمایہ داری نظام کی اساس چوں کہ انسانیت کش طبقاتی گروہ بندی پر ہے۔اس لیے اَب وہ مرض الموت کی کیفیت سے دوچار ہے۔مرض بھی ہیجانی نوعیت کا ہے، جس کو نادان طاقت کی علامت گردانتے ہیں۔اس شکست و ریخت کے ماحول میں اسلام کے اقتصادی اصولوں کا سرمایہ داری اوراشتراکی نظاموں کے پس منظر میں تقابلی مطالعہ اپنی اہمیت رکھتا ہے اور اس سے اصول فطرت پر مبنی اقتصادی نظام کے قیام کی اجتماعی ضرورت کا احساس بھی اُجاگر ہوتا ہے۔

تقاضائے وقت ہے کہ نظاموں کا شعوری مطالعہ کیا جائے اور معروضی حقائق کی بنیاد پر ایسے نظام کے قیام کی سعی اور جدوجہد کی جائے جو انسانی فطرت کا نقیب ہو اور جس میں انسانیت کے ہمہ جہت حقوق کی پاس داری کی گئی ہو۔

زیرِنظر موضوع پر برعظیم کی عظیم علمی وسیاسی شخصیت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے جس متوازن انداز سے قلم اُٹھایا ہے وہ انھی کا حصہ ہے۔ صاحبِ تحریر کو دنیا سے گئے ہوئے عرصہ ہوااور تحریر اس سے کہیں بیشتر کی ہے لیکن تحریر کی تازگی آج بھی بدستور روشن دماغوں کو متوجہ کرتی ہے۔زیرنظر تحریر ان کی معروف کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' سے ماخوذ ہے

ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن

چیئرمین: شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن۔ملتان

www.rahimia.org

مضامین ایک نظر میں

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
3	حرفِ اول	1
5	اسلام کا اقتصادی نظام	2
6	معیشت اور اخلاق کا باہم تعلق	3
8	بعثت نبوی ﷺ کا مقصد	4
9	اسلام کی راہ اعتدال	5
10	اسلام کے اقتصادی نظام کا مختصر خاکہ	6
12	اسلام کے اقتصادی نظام کا اجمالی نقشہ	7
13	فاشیت یا نا تسیت (نازی ازم)	8
14	سرمایہ داری نظام کا آغاز وارتقاء	9
16	استعماری نظام کا فروغ	10
20	اشتراکیت	11
22	انفرادی ملکیت کا اسلامی تصور	12
24	درجات معیشت میں تفاوت کا اسلامی تصور	13
26	خلاصہ کلام	14

www.rahimia.org

اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام کا معاشی نظام ایک ایسے ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے، جس کا نام ''اسلام'' ہے جو عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے اور دنیائے انسانی کی روحانی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی غرض ہر قسم کی دینی و دُنیوی فلاح و بہبود اور رُشد و ہدایت کا علم بردار ہے اور اس طرح ایک وسیع اور مکمل نظامِ کائنات کا مدعی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کا منتہائے مقصد صرف دُنیوی ترقی و کمال ہی نہیں ہے، بلکہ سعادت ابدی اور رضائے الٰہی اس کی حیات کا کعبہ مقصود ہے۔ اس لیے وہ ہر شعبۂ زندگی کے لیے ایک ''صالح نظامِ اجتماعی'' کا طالب ہے۔ اور ان ہی شعبہ ہائے زندگی کا ایک شعبہ ''صالح نظام معاشی'' بھی ہے۔

نیز اس کا جو دعوی ہے کہ ''انسان'' دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ حاکم مطلق (اللہ) کی نگرانی میں ایک ایسی حکومت برپا کرے جو ''خلافت حقہ'' کہلائے اور جس کا واضع قوانین انسان نہیں، بلکہ خود احکم الحاکمین ہو۔ اور ان قوانین کی تنفیذ اس کے نائب ''خلیفہ'' کے ہاتھ میں ہو۔ اور یہ حکومت اگر ایک جانب خالص روحانی اور اخلاقی برتری کی معلم ہو تو دوسری جانب عالم و کائنات کی سیاسی، مدنی اور معاشی ترقی و کمال کی حامل بھی ہو۔

غرض ایسے ''نظامِ صالح'' کی حامل ہو کہ جس کی بدولت ساری کائنات، نسل و قوم اور ملک و وطن کے محدود دائروں سے آزاد ہو کر یکساں طور پر عدل و انصاف، امن و طمانیت اور خوش حالی و معاشی رفاہیت (آسودگی) سے مالا مال ہو کر، اس اعتراف پر مجبور ہو جائے کہ وہ اَبدی سعادت کے حصول میں بھی اس کو اپنا رہنما اور قائد تسلیم کرنے لگے۔ گویا اس کا ''معاشی نظام'' اس حیثیت سے ایک فلسفیانہ علم و فن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اس کی کاوشوں اور علمی و عملی موشگافیوں (باریکیوں) میں اُلجھا کر اصل مقصد سے محروم کردے، بلکہ یہ ''معاشی نظام'' شعبہ ہے، ایک مکمل نظام کا اور آلۂ و وسیلہ ہے، مقصد حقیقی کے حصول کی آسانی راہ کا۔

بہرحال اسلام کی دعوت اور اس کا پیغام کائنات کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی اور اس کا طریق کار ہمہ گیر، عالمگیر وحدتِ اجتماعی کا مبلغ ہے۔ اور اس لیے اس کی رُشد و ہدایت نہ صرف دُنیوی زندگی کی سعادت، اَبدی سعادت کے لیے ذریعہ اور سیلہ ہے۔ بے شبہ وہ ایک ''صالح معاشی نظام'' کا مالک ہے، مگر وہ نظام بھی تمام دوسرے نظام ہائے زندگی کے اصول و آئین اساسی کی طرح ایک مکمل نظام قانون (قرآنِ عزیز) کا جزو ہے اور اس سے علاحدہ اپنی مستقل زندگی نہیں رکھتا۔

معیشت اور اخلاق کا باہم تعلق

اسی لیے حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی مشہور کتاب ''**حجة اللّٰه البالغه**'' میں صالح اقتصادی نظام کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ اسلام میں ''اقتصادی نظام'' کا ''اخلاقی اور مذہبی نظام'' کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے، فرماتے ہیں:

> جب پارسیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دُنیوی تعیش کو انھوں نے اپنی زندگی بنالیا اور آخرت تک کو بھلا دیا اور شیطان نے ان پر غلبہ کرلیا تو اَب ان کی تمام زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہوگئے اور ان کا ہر شخص سرمایہ داری اور تمول پر فخر کرنے اور اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے مختلف گوشوں سے وہاں ایسے ماہرین جمع ہوگئے جو بے جا عیش پسندوں کو دادِ عیش دینے کے لیے عیش پسندی کے نت نئے طریقے ایجاد کرنے اور سامانِ عیش مہیا کرنے کے لیے عجیب و غریب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے اور قوم کے اکابر اس جدوجہد میں مشغول و منہمک رہنے لگے کہ اسباب تعیش میں کس طرح وہ دوسرے پر فائق ہوسکتے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کرسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے امرا و سرمایہ داروں کے لیے یہ سخت عیب اور عار سمجھا جانے لگا کہ ان کی کمر کا پٹکہ یا سر کا تاج ایک لاکھ درہم سے کم قیمت ہو، یا ان کے پاس عالی شان سربہ فلک محل نہ ہوں، جس میں پانی کے حوض، سرد و گرم حمام، بے نظیر پائیں باغ ہوں اور ضرورت سے زائد نمائش کے لیے بیش قیمت

www.rahimia.org

سواریاں حشم و خدم اور حسین وجمیل باندیاں موجود ہوں اور صبح وشام رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوں اور جام وسبو سے شراب ارغوانی چھلک رہی ہو اور فضول عیاشی کے وہ سب سامان مہیا ہوں جو آج بھی تم عیش پسند بادشاہوں اور حکمرانوں میں دیکھتے ہو اور جس کا ذکر قصہ طولانی کے مترادف ہے۔

غرض یہ غلط اور گمراہ کن عیش ان کے ''معاشی نظام'' کا اصل الاصول بن گیا تھا اور کیفیت یہ ہوگئی تھی کہ یہ صرف نواب اور امرا کے طبقہ ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ پوری مملکت میں ایک عظیم الشان آفت اور وَبا کی طرح سرایت کرگیا تھا اور عوام وخواص سب میں یہی جذبہ فاسد پایا جاتا اور ان کے ''معاشی نظام'' کی تباہی کا باعث بن رہا تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ مملکت کی اکثریت پر یہ حالت طاری ہوگئی کہ دِلوں کا امن وسکون مٹ گیا تھا۔ نا اُمیدی اور کاہلی بڑھتی جاتی تھی اور بہت بڑی اکثریت رنج وغم اور آلام و مصائب میں گھری نظر آتی تھی۔ اس لیے کہ ایسی مفرطانہ (حدود سے کہیں بڑھی ہوئی) عیش پرستی کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم اور آمدنی درکار تھی اور وہ ہر شخص کو مہیا نہ تھی۔ البتہ اس کے لیے بادشاہ، نواب، امرا اور حکام نے معاشی دست برد شروع کردی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشت کاروں، تاجروں، پیشہ وروں اور اسی طرح دوسرے کارپردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کرکے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں اور مجبور کرکے ان کو ایسے گھوڑوں اور گدھوں کی طرح بنادیا جو آب پاشی اور ہل چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں۔ اور پھر کارکنوں اور مزدور پیشہ لوگوں کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ اپنی حاجات وضروریات کے مطابق کچھ پیدا کرسکیں۔ خلاصہ یہ کہ ظلم وبداخلاقی کی انتہا ہوگئی تھی۔

اس پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو اپنی اُخروی سعادت وفلاح اور خدا سے رشتۂ بندگی جوڑنے کے لیے بھی مہلت نہ ملتی تھی اور اس ''فاسد معاشی نظام'' کا ایک مکروہ پہلو یہ بھی تھا کہ جن صنعتوں پر نظام عالم کی بنیاد قائم ہے وہ اکثر یک قلم متروک ہوگئیں اور امرا و رؤسا کی مرضیات وخواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی خدمت اور سب سے بہتر حرفہ (پیشہ) شمار ہونے لگا۔ اور جمہور کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بداخلاقیوں کا نمونہ بن گئی تھی اور ان میں سے اکثر کا گزارہ بادشاہوں کے خزانوں سے کسی

نہ کسی طرح وابستہ ہو گیا تھا، مثلاً ایک طبقہ جہاد کیے بغیر باپ دادا کے نام پر مجاہدین کے نام سے وظیفہ خوری کر رہا ہے تو دوسرا مدبرین مملکت (بیوروکریسی) کے نام سے پل رہا ہے۔ کوئی بادشاہ اور امرا کی خوشامد میں قصہ خوانی کر کے شاعری کے نام سے وثیقہ (وظیفہ) پا رہا ہے تو کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے زُمرے میں مالی استحصال کر رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسبِ معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان تھا اور ایک بڑی جماعت چاپلوسی، مصاحبت (ہم نشینی، دوستی) چرب لسانی اور درباداری کو ذریعہ معاش بنانے پر مجبور ہو گئی تھی اور یہ ایک ایسا فن ہو گیا تھا، جس نے ان کے افکار عالیہ اور ذہنی نشوونما کی تمام خوبیاں مٹا کر پست وارذل زندگی پر قانع کر دیا تھا۔ پس جب یہ فاسد مادہ وَبا کی طرح پھیل گیا اور لوگوں کے دِلوں تک سرایت کر گیا تو ان کے نفوس دناءت وخست (کمینگی) سے بھر گئے اور ان کی طبائع اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں اور ان کے تمام اخلاق کریمانہ کو گھن لگ گیا اور یہ سب اس ''فاسد معاشی نظام'' کی بدولت پیش آیا جو عجم (فارس) و روم کی حکومتوں میں کارفرما تھا۔ آخر جب اس مصیبت نے ایک بھیانک شکل اختیار کر لی اور مرض ناقابل علاج حد تک پہنچ گیا تو خدائے تعالیٰ کا غضب بھڑک اُٹھا اور اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اس مہلک مرض کا ایسا علاج کیا جائے کہ فاسد مادہ جڑ سے اُکھڑ جائے اور اس کا قلع قمع ہو جائے۔

بعثت نبوی ﷺ کا مقصد

اس نے ایک نبی امی ﷺ کو مبعوث کیا اور اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا۔ وہ آیا اور اس نے روم و فارس کی ان تمام رسوم کو فنا کر دیا اور عجم و روم کے رسم و رواج کے خلاف صحیح اصولوں پر ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی۔

اس نظام میں فارس و روم کے فاسد نظام کی قباحت کو اس طرح ظاہر کیا گیا کہ معاشی زندگی کے ان تمام اسباب کو یک قلم حرام قرار دیا جو عوام و جمہور پر معاشی دست برد (لوٹ مار) کا سبب بنتے اور مختلف عیش پسندیوں کی راہیں کھول کر حیات دُنیوی میں بے جا انہماک کا باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً مردوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات اور حریر و دیبا (ریشم) کے نازک کپڑوں کا استعمال اور تمام انسانی نفوس کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت ہر قسم کے چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال اور عالی شان کوشکوں (عمارتوں) اور رفیع الشّان محلات و قصور کی تعمیر اور مکانوں میں فضول زیبائش و نمائش وغیرہ کہ یہی فاسد نظام

کے ابتدائی منازل اور معاشی نظام کی تباہی کا منشا و مولد (جائے پیدائش) ہیں۔ بہرحال خدائے تعالیٰ نے اس ہستی (رسول اکرم ﷺ) کو اخلاق کریمانہ اور نیک نہادی کے لیے معیار اور طاہر و پاک امور کے لیے میزان بنا دیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۰۴)

اسی طرح ''ارتفاقات'' پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یہ واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا منشا اگرچہ بالذات عبادات الٰہی سے متعلق ہے، مگر عبادات کے ساتھ ساتھ اس منشا میں رسوم فاسد کو فنا کر کے اجتماعی زندگی میں بہترین نظام کا قیام بھی شامل ہے۔ اسی لیے پیغمبر خدا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارمِ (عمدہ) اخلاق کی تکمیل کروں)۔

اور اسی لیے اس مقدس ہستی کی تعلیم میں رہبانیت (جنگل/صحرانشینی) کو اخلاقی حیثیت نہیں دی گئی، بلکہ انسانوں کے باہم اختلاط و اجتماع کی زندگی کو ترجیح دی گئی ہے۔ لیکن اس اجتماعیت کا امتیاز یہ قرار دیا ہے کہ اس کے معاشی نظام میں نہ دولت و ثروت کو وہ حیثیت حاصل ہو جو عجمی بادشاہوں کے یہاں حاصل تھی اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ تمدن سے بے زار دہقان اور وحشی لوگوں کی طرح ان کی معیشت ہو۔

اسلام کی راہ اعتدال

پس اس مقام پر دو متعارض قیاس (منطقی تقاضے) کام کر رہے ہیں، ایک یہ کہ نظامِ معیشت میں دولت و ثروت ایک محبوب و محمود شے ہے، اس لیے کہ اگر وہ صحیح اصولوں پر قائم ہے تو اس کی بدولت انسانوں کا دماغی توازن، اعتدال پر رہتا اور اس سے ان کے اخلاق کریمانہ، صحیح اور درست رہتے ہیں۔ نیز انسان اس قابل بنتا ہے کہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو۔ اس لیے بیکسانہ اور مجبورانہ افلاس، سوئے تدبیر (بدنظمی) اور مزاج کے اختلال کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نظامِ معیشت میں دولت و ثروت ایک بدترین چیز ہے۔ جب کہ وہ باہمی مناقشات (تنازعات) اور بغض و حسد کا سبب بنتی اور خود اہل دولت و ثروت کے اطمینان قلب کو تعصب اور حریصانہ کدوکاش (کھینچا تانی) کے زہر سے مسموم کرتی اور قوموں کو استحصال بالجبر اور دوسروں پر معاشی دست برد کے لیے آمادہ کرتی ہو، کیوں کہ اس صورت میں یہ بداخلاقی کے مرض میں مبتلا کر دیتی، آخرت اور یادِ الٰہی یعنی روحانی زندگی سے یکسر غافل و بے پروا بنا دیتی اور مظلوموں پر نت نئے مظالم کا دروازہ

کھولتی ہے۔لہٰذا پسندیدہ راہ یہ ہے کہ دولت وثروت ''نظامِ معیشت'' میں ایسا درجہ رکھتی ہو جوتوسط اور اعتدال پر قائم اور افراط وتفریط سے پاک ہو۔اور یہ صحیح معاشی نظام کے بغیر ناممکن ہے۔(حجۃ اللہ البالغہ، ج۲،ص ۱۰۵، ۱۰۶)

پس اسلام نے اپنا یہ فرض اس طرح انجام دیا کہ اسود و احمر(سیاہ وسرخ فام)عجم و عرب غرض تمام عالم کے لیے اپنے مکمل نظام (قرآن) میں ''نظامِ اقتصادی'' سے متعلق چند اصول اور اساسی قوانین بیان کردیے جو رہتی دنیا تک ہر ''عقلِ سلیم'' اور ''فطرتِ مستقیم'' کے نزدیک یکساں طور پر واجب العمل اور قابل قبول ہوں اور اس کی تشریح وتفسیر میں دورِ نبوت وخلافتِ راشدہ نے وہ عدیم النظیر (بے مثال) عملی پروگرام پیش کیا، جس کے حسن وکمال کا اعتراف دوست اور دشمن دونوں نے یکساں طور پر کیا اور جو کتابی فن بننے کی جگہ اپنے مقصد وجود کے لحاظ سے ہر فردِ انسانی کی خوش حالی اور رفاہیت کا حامل ثابت ہوا۔

اسلام کے اقتصادی نظام کا مختصر خاکہ

www.rahimia.org

اسلام کے اقتصادی نظام کا اجمالی اور اصولی خاکہ ان الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے:

① اکتناز (جمع دولت) اور احتکار (خاص افراد یا طبقات میں دولت کا محصور ہوجانا) ممنوع ہے۔یعنی سرمایہ داری کے مسطورِ(مذکورہ) بالا طریقوں کو کسی حال میں وجود پذیر نہ ہونے دیا جائے اور اگر پہلے سے موجود ہوں تو ان کو فوراً فنا کردیا جائے اور اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے قانونی اور اخلاقی طور پر زکوٰۃ، وراثت، وقف، انفاق فی سبیل اللہ کو نافذ کیا جائے۔ سود اور اس کی تمام شکلوں، قمار(جوئے) اور اس کی تمام صورتوں کو ممنوع اور موجودہ تعلقہ داری کے جابرانہ سسٹم کو ختم کردیا جائے۔

② معیشت میں اختلاف مدارج کو تسلیم کرتے ہوئے حقِ معیشت میں مساوات کو ضروری اور فطری عقیدہ تسلیم کیا جائے۔تاکہ سرمایہ اور محنت میں صحیح توازن قائم رہ سکے اور سرمایہ کسی وقت بھی محنت کو اپنی خودغرضانہ ہوس کا آلۂ کار نہ بناسکے۔ اور عام خوش حالی پیدا ہوجائے اور اس کو بروئے کار لانے کے لیے ان تمام قوانین کو ضروری قرار دیا جائے جو کانوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور امدادِباہمی کی سوسائٹیوں کے لیے مقرر کیے جاچکے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کو قوت پہنچانے والے تمام کاروبار تجارت کو ممنوع قرار دیا جائے۔

③ اِنفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایسی قیود اور پابندیاں عائد کی جائیں، جن سے اس کا مفاد ''اجتماعی مفاد'' کے زیرِ اَثر آجائے اور خود غرضانہ جراثیم کو کسی قسم کی مدد نہ ملنے پائے اور اس کو قائم کرنے کے لیے شخصی زمینوں، ذاتی کمپنیوں اور ذاتی تجارتوں سے متعلق احکام کو نافذ کیا جائے۔

④ ان اصولوں کو قائم کرنے کے لیے ایسے طرزِ حکومت کو رائج کیا جائے جو زمین پر خدائے برتر کے ''عدل'' کا نائب ہو۔ خدا کی مخلوق (پبلک) کے سامنے جواب دہ ہو۔ حاکمیت کی جگہ خدمت اس کا نصب العین ہو۔ رعایا کے ہر فرد کی معاش کا متکفل (ذمہ دار) ہو۔ عوام کا نمائندہ ہو اور عادلانہ نظام کے قوانین کی تنفیذ کے علاوہ تمام امور میں خلیفہ، عمال حکومت (حکومتی ذمہ داران) اور رعایا کے حقوق ''اس میں'' یکساں ہوں اور طرزِ حکومت کو مضبوط بنانے کے لیے بیت المال، سرکاری وظائف، اعداد وشمار کی تکمیل اور اسی قسم کے دوسرے بیان کردہ وسائل و ذرائع کو اختیار کیا جائے اور موجودہ تمام جابرانہ و سرمایہ دارانہ نظامہائے حکومت اور طبقاتی ریاستی سسٹم کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ مکاشفہ ان کو اس وقت ہوا تھا، جب وہ مدینۃ الرسول میں حاضر ہو کر دربار اقدس ﷺ کے فیوض سے مستفیض ہو رہے تھے۔ فرماتے ہیں:

> مجھ پر نیند میں ایک کیفیت طاری ہوئی اور مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ میں نظامِ عالم کی خدا کی مشیت کو پورا کرنے کے لیے امام بنا دیا گیا ہوں۔ (اس کے بعد غلبہ کفار اور مسلمانوں کی مغلوبیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں) اس غیظ وغضب کی حالت میں مسلمانوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اَب اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے۔ ''ماذا حکم اللہ فی ھذہ الساعۃ'' میں نے جواب دیا ''فک کل نظام''، یعنی کسی عادلانہ نظام قائم کرنے سے پہلے سب سے اہم فرض یہ ہے کہ انقلاب پیدا کر کے موجودہ دنیا کے تمام (فاسد) نظامہائے حکومت کو درہم برہم کر دیا جائے۔ (فیوض الحرمین، ص ۸۹)

اس اجمالی خاکہ کو مندرجہ ذیل اجمالی نقشہ کی شکل میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

www.rahimia.org

اسلام کے اقتصادی نظام کا اجمالی نقشہ

اعلائے کلمۃ اللہ (دینِ حق کا غلبہ) و خدمتِ خلق

① ہر شخص کی معاشی کفالت کے اصول پر شوروی حکومت کا قیام۔

② خلیفہ، عمالِ حکومت اور رعایا کے اقتصادی حقوق میں یکسانیت و مساوات کے اصول کا لزوم۔

③ بے روزگاری اور حاجت مندوں کی کفالت، عام عسکری نظام کی ضرورت اور اجتماعی خدمت کے پیشِ نظر اعداد و شمار کی ترتیب و وظائف کا قیام۔

④ زکوٰۃ، میراث، وقف اور انفاق کے بنیادی اصول پر ''اکتناز'' یعنی سرمایہ داری کا انسداد۔

⑤ سود، قمار، منشیات کی بیع و شراء (خرید و فروخت) تجارتی و صنعتی بدعنوانیوں کی قانونی حرمت کے اصول پر ''احتکار'' یعنی سرمایہ داری کے دوسرے نقطہ کا انسداد۔

⑥ کانوں، فیکٹریوں، کارخانوں، ملوں اور زمینوں میں اِنفرادی حقوق کے مقابلے میں اجتماعی حقوق کی ترجیح کا اعتراف و قیام اور اس کی عملی تشکیل۔

⑦ اِنفرادی ملکیت کے لیے تجارت اور دیگر کاروبار میں شرکتِ نفع کے اصول پر سرمایہ و محنت کے عادلانہ توازن کا قیام۔

⑧ آمدنی و ذرائع آمدنی میں اِنفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے سرمایہ داری کے اصول کے انکار پر ان کی تحدید و تعین۔

⑨ مدارجِ معیشت کے اعتراف کے ساتھ طبقاتی، نسلی و جغرافیائی قسم کے امتیازات کے انسداد کے اصول پر حقِ معیشت میں یکسانیت و مساوات کا قانونی قیام۔

⑩ ریاستی و تعلقہ داری سسٹم (نوابی اور جاگیرداری نظام) کا انسداد۔

⑪ امدادِ باہمی کے اصول پر غیر سودی انجمنوں کے قیام اور شرکتِ نفع کے صحیح اصول پر تجارتی کاروبار کا فروغ۔

www.rahimia.org

⑫ غیر سرمایہ دارانہ اصول پر تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کی ترقی کے لیے اسباب کی فراہمی کا لزوم و وجوب۔

⑬ حریفانہ معاشی دست برد (لوٹ مار) کے انکار اور اخوت عام کے اصول پر غیر ترجیحی اور آزاد تجارت کی حمایت۔

⑭ کاروبار کے لیے سکہ وٹکسال کا قیام اور عوام کو ٹکسال میں سکہ بنوانے کی اجازت اور شرح تبادلہ میں عادلانہ اصول کا اجرا۔

⑮ رفاہِ عام، اجتماعی ضروریات، اِنفرادی حاجات اور حکومت کی ضروریات کی کفایت کے لیے بیت المال کا قیام۔

⑯ خلیفہ، عمالِ حکومت اور تمام انسانوں میں عیش پسندی کے وسائل کو قانون واخلاق کے ذریعے مٹا کر سادہ زندگی کی شاہراہ پر قائم کرنا۔

یہ گفتگو تو اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق تھی۔ جب کہ موجودہ دور میں دنیا کی حکومتوں پر مختلف شکلوں میں مکمل یا ناقص دو ہی نظام کا تسلط ہے اور اس لیے وہ دونوں قابل بحث ہیں، ایک فیسزم اور دوسرا سوشل اِزم۔

فاشیت یا ناتسیت (نازی اِزم)

فیسزم یا فاشیت (Facism) کا نظریہ یا فلسفہ (طاقت کے بل بوتے پر وسائل اور اختیارات کی آمریت مسلط کرنا) اگرچہ اپنے اندر ایک طویل بحث رکھتا ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے وہ حسب ذیل چند اصولوں پر قائم ہے اور اس کا تمام نظام ان ہی اصولوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

① تمام ذرائع پیداوار چند افراد کے ہاتھوں میں اس طرح آزاد ہوں کہ ان کا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو نہ کہ جماعت اور سماج کی اکثریت کے حق میں۔

② پیداوار نجی فائدے کے اصول پر ہو نہ کہ عوام کی ضروریات کے فائدے کے اصول پر اور اس لیے (ان کی) ضروریات کے تخمینہ کی مطابقت کی بجائے ذاتی اغراض کے اندھا دھند طریقہ پر ہو۔

③ ان ہر دو مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیے ایسے طرزِ حکومت کی طرح ڈالی جائے، جس میں قوانین کے ذریعے سرمایہ داری کی حفاظت و ترقی کا سامان فراہم ہو سکے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے اوّل فاشیت یا فسطائیت کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے۔

کائناتِ انسانی میں عادلانہ نظام کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام نے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں اُبھرنے اور دنیا پر چھا جانے کی سعی کی ہے اور اس کو اپنی سعی میں کامیابی بھی ہوتی رہی ہے۔

قریبی زمانہ میں ایسی سعی و کوشش کا ترقی یافتہ نظام ''فسطائیت'' کے نظام سے موسوم ہے جو یورپ کی حکومتوں میں جرمنی اور اٹلی پر خصوصیت کے ساتھ حاوی رہا ہے اور انگلستان و فرانس کو بڑی حد تک اس نے فتح کر لیا ہے اور امریکا اور جاپان بھی اس کے لیے گہوارہ بنے ہوئے ہیں۔

سرمایہ داری نظام کا آغاز وارتقاء

یورپ میں تقریباً پندرہویں صدی عیسوی سے دورِ جہالت ختم اور دورِ علم و ترقی شروع ہو گیا تھا اور بعض یوروپین حکومتیں دنیا کی جدید دریافت اور حصول زر و مال کے لیے ادھر ادھر تگ و دو میں منہمک نظر آنے لگی تھیں۔ اس وقت انگلستان میں جاگیرداری اور شاہی استبدادیت کا دور دورہ تھا، مگر آہستہ آہستہ تجارتی و کاروباری طبقہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا اور بعض سیاسی حالات نے ان کی قوت کو اَور مضبوط بنا دیا تھا اور وہ ملک کی بہت بڑی طاقت سمجھے جانے لگے تھے۔ ان کا بیش تر کاروبارِ تجارت ''اون کی تجارت'' تھا۔ خاندان اسٹوارٹ جب (سترہویں صدی عیسوی میں) انگلستان پر حکمران ہوا تو اس نے ان تاجروں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر تجارت پر قانونی پابندیاں عائد کرنی شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تجارت پیشہ طبقہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور 1644ء میں انگلستان کی مشہور خانہ جنگی میں انھوں نے فتح پائی۔ اور جاگیردار کا خاتمہ کر دیا اور اپنی تجارت کے فروغ دینے کا کافی موقعہ میسر آیا اور قوانین حکومت کے ذریعے ان کو بیش از بیش مدد ملی۔

اگرچہ انگلستان کے اس دور میں جاگیرداری سسٹم ختم ہو چکا تھا، مگر تجارت کے اس دور میں تجارت کا مفہوم عوام کی فلاح و بہبود نہ تھا، بلکہ مخصوص افراد اور خاص طبقے کی برتری

www.rahimia.org

تھا۔ اس لیے اس طبقے نے ذاتی اور نجی کارخانے کھول کر دولت کمانی شروع کردی اور قوانین کی مدد سے اس کی ترقی کے ممکن ذرائع بہم پہنچائے، لیکن ابھی تک چوں کہ کارخانوں میں صرف ہاتھ ہی سے کام ہوتا تھا اس لیے آمدنی بھی محدود ہوتی تھی۔ اور مال بھی حسبِ ضرورت تیار نہ ہو پاتا تھا اور دولت و سرمایہ کے پجاری فراوانی دولت کے دوسرے بہترین ذرائع کے لیے بے قراری کے ساتھ متلاشی نظر آتے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کے بعد یعنی اٹھارویں صدی کے آخر میں مشینوں کی ایجاد شروع ہوگئی اور اَب دستی کارخانوں کی جگہ مشینری کارخانوں نے لے لی۔ اور اس طرح ان تاجروں اور سرمایہ داری کے مخصوص طبقے نے دولت کے بے شمار خزانے حاصل کرنے شروع کردیے۔

یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جب مشینوں کے ذریعے کام شروع ہوگیا تو دست کاروں پر آفت نازل ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو اپنا کام بند کردینا پڑا۔ اور افلاس کی مصیبت سے وہ اپنی ''محنت'' کو کم سے کم قیمت پر بیچنے کے لیے مجبور ہوئے اور کارخانہ دار ہونے کے بجائے مشین مالک کے غلام بن کر رہنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

اس واقعہ سے ہٹ کر پھر ایک مرتبہ چودھویں صدی عیسویں کی طرف نظر ڈالیے، انگلستان میں ''اون'' کی تجارت کے فروغ پا جانے سے زمین داروں کو فراوانی دولت کے لالچ نے مجبور کیا کہ وہ کاشت کاروں سے زمینیں خالی کرائیں اور ان میں ''باڑے'' قائم کرکے بھیڑوں کی پرورش کریں تاکہ ''اون'' کی تجارت سے فائدہ اُٹھائیں جو زمین داری کی آمدنی کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔ یہ وَبا اس قدر پھیلی کہ ہزاروں لاکھوں کسان افلاس اور بھوک کا شکار ہونے لگے اور بے کاری (بیروزگاری) ترقی پانے لگی۔

اَب جب کہ مشینوں کا دور شروع ہوا تو زمین داروں نے کاشت بھی مشینوں کے ذریعے شروع کردی اور کسانوں کی رہی سہی معاشی سبیل کو اس طرح ختم کردیا گیا۔ اور اَب ان کے لیے بجز غلامی کے اَور کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ اور پھر بھی ایک بہت بڑی تعداد کی ''قوت لایموت'' (زندگی برقرار رکھنے والی خوراک) کیے لیے سامان مہیا نہ ہوسکا اور طرفہ یہ کہ مشینوں کے اس صنعتی انقلاب میں ان دونوں ''کاری گروں'' اور ''کسانوں'' کو دیہات وقصبات کی آزاد و پُرفضا زندگی کو خیرباد کہہ کر شہروں کے غلیظ اور گندے مقامات میں غلاموں کی طرح آباد ہونا پڑا۔

مشینی صنعت کا یہ وہ ابتدائی دور تھا، جس میں فیکٹریوں کے متعلق نہ قوانین تھے اور نہ مزدوروں کی ترقی یافتہ یونینیں تھیں۔ لہٰذا سرمایہ داروں نے من مانی حکومت کی اور اپنی فراوانی دولت کے لیے مزدوروں پر بے پناہ مظالم روا رکھے۔ ان سے چودہ سے لے کر سولہ سترہ گھنٹے تک عموماً کام لیا جاتا اور بعض اہم کاموں کے موقعہ پر مسلسل بیس سے تیس گھنٹہ تک بھی ان کو مصروف رہنا پڑتا تھا۔ اور اس طرح ضعیف و ناتواں افراد بہت جلد موت کے مونہہ میں چلے جاتے تھے۔ طرفہ تماشا یہ کہ اس بہیمانہ محنت کرانے کے بعد ان کو کم سے کم اُجرت دی جاتی تھی اور رہنے کے لیے ایک چھوٹی کوٹھری یا ایسا کمرہ دیا جاتا تھا، جس میں بہ مشکل لیٹنے کے لیے جگہ میسر آسکتی تھی اور وہ غلاظت، عفونت (بدبو) اور کمروں میں ہوا کے نفوذ کے لیے جگہ نہ ہونے کی وَجہ سے جہنم زار بنے ہوئے تھے۔

یہ سرمایہ داری کا وہ بھیانک نقشہ ہے جو سب سے پہلے انگلستان میں بروئے کار آیا اور اس کے بعد یورپ کی تمام حکومتوں پر ''اصول'' بن کر چھا گیا................ چوں کہ سرمایہ داری کے اس سسٹم میں مفادِ عامہ اور عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی سوال ہی نہ تھا، بلکہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت سے ناجائز سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر تمام ذرائع پیدائش کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے خاص کرلیا جاتا تھا۔ اس لیے فیکٹریوں اور مشینوں میں جو سامان تیار ہوتا تھا وہ کم سے کم اُجرت دے کر زائد سے زائد مال تیار کرانے اور ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے اصول پر عالم وجود میں آتا تھا۔ اس لیے گوداموں میں مال کی فراوانی سے مزدوروں اور غریبوں کو مطلق فائدہ نہ پہنچا اور وہ اپنی ضروریات کے لیے ان چیزوں کی خریداری سے اَب بھی اسی طرح محروم رہے، جس طرح مال کے بنانے کی ابتدائی دور میں تھے۔

استعماری نظام کا فروغ

لہٰذا سرمایہ داری کے اس بھوت نے دوسرے ممالک پر لالچ اور حرص و آز (لالچ) کی نگاہ ڈالنی شروع کردی اور ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' پکارتے ہوئے ان کو محکوم بنانے کے لیے قدم آگے بڑھایا اور اپنی ''جـــوع الارض '' (زمین کی بھوک) کو پورا کرنے کے لیے اپنے ملک کے آزاد کاروباری لوگوں کو غلام بنانے کے بعد کمزور ملکوں اور قوموں کو غلام بنانا شروع کردیا۔ اور اٹھارویں اور انیسویں صدی میں افریقا جیسے براعظم میں یورپین نوآبادیات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ہندوستان جیسا بڑا ملک بھی آخر اسی استعمار کی نذر ہوگیا

اور اس طرح تھوڑے سے عرصہ میں ساری دنیا ایک طرح انگلستان کے سرمایہ داروں کی خصوصاً اور دوسری سرمایہ دار طاقتوں کی عموماً تجارتی منڈی بن گئی۔

ذرائع پیداوار کو مخصوص طبقے کی ذاتی ملکیت قرار دینے اور عوام کی بہبودی سے قطع نظر ان کی پیداوار کو نجی اور اِنفرادی مفاد کی بھینٹ چڑھا دینے کا یہ سسٹم اَب بھی مطمئن نہیں ہے۔ اور اَب خود آپس میں دست و گریبان نظر آتا ہے۔ ہر ایک ملک اپنی اس تجارتی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے جانا چاہتا ہے اور اس دوڑ میں آزاد قوموں کو غلام بنانے، تباہ و برباد کرنے اور صفحۂ دنیا سے مٹا دینے کو بھی اپنا جائز حق تصور کرتا ہے۔

جرمنی، اٹلی، انگلستان، فرانس، جاپان، امریکا وغیرہ فاشسٹ حکومتوں کی اس مسابقت میں عراق، البانیہ، فلسطین، زیکوسلویکیہ، چین اور خود فرانس کا جو حشر ہوا، وہ اس دعوے کی روشن دلیل ہے۔ (ان سب میں برطانیہ اور امریکا کی مفروضہ ڈیموکریسی (جمہوریت) فریب آمیز رنگ میں اسی فسطائیت اور نا تسیت کا نفرت انگیز مظاہرہ کر رہی اور ایشیائی اقوام کو غلام رکھنے میں ہول ناک استبداد کا ثبوت دے رہی ہے اور حیرت انگیز بات یہ کہ روس جو عوام کی فلاح اور انسانی مساوات کا علم بردار بننے کا دعوی کرتا ہے۔ اپنی مکمل مصالح کے پیش نظر (دوسری جنگ عظیم کے دوران) ان دونوں کا حلیف اور معین بنا ہوا ہے۔

ان هذا لشئی عجاب)

اس تفصیل سے اَب آپ بہ خوبی اندازہ کر سکیں گے کہ ''سرمایہ داری نظام'' (فسطائیت) کیا ہے اور یہ کس طرح آہستہ آہستہ عوام کی تباہی و بربادی کا باعث بنتا اور امن عام کو جنگ کی شعلہ زار ہول ناکیوں میں ڈال کر خاکستر بنا دیتا ہے۔ یہ شروع میں تو اپنی صورت کو جمہوریت کی نام نہاد شکل وصورت میں چھپا کر دنیا کے سامنے آتا اور فریب دے کر عوام کو تباہ کرتا ہے، جیسا کہ انگلستان اور امریکا میں نظر آتا ہے۔ اور جب اس کا مفاد اس شکل وصورت میں خطرے میں پڑنے لگتا ہے تو صاف کھل کر خالص آمریت (ڈکٹیٹرشپ) کے اصل رنگ و روپ میں ظاہر ہو جاتا ہے، جیسا کہ جرمنی، اٹلی اور جاپان میں ہوا۔

اس لیے ایک لمحہ کے لیے بھی دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ یہ جمہوری حکومتیں فیسزم (فسطائیت) سے الگ کوئی چیز ہیں، بلکہ ڈکٹیٹرشپ ہو یا موجودہ جمہوری نظام ان سب میں وہی سرمایہ دارانہ نظام ہی کارفرما ہے۔ اور ان سب کے پیش نظر یہی ایک مقصد ہے۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام

www.rahimia.org

جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اِصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اَثر خواب آوری
گرمئی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری
اس سراب رنگ و بو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

غرض تاریخ یہ پتہ دیتی ہے کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی ابتدا انگلستان سے ہوئی اور آہستہ آہستہ یہ تمام یورپ پہ چھا گیا۔اور جرمنی و اٹلی اس کے بہت بڑے امام تسلیم کیے جاتے رہے ہیں۔ اور مملکت انگلستان و امریکا بھی اصولاً ان کی تائید ہی میں ہیں۔ اور اگر چہ اس وقت حریف یا باہمی مسابقت میں رقیب نظر آتے ہیں،لیکن اصول متحد ہیں۔ اور اس طرح جرمنی کا نازی اِزم جمہوریت امریکا برٹش ڈیموکریسی و شاہی نظام، اٹلی کی فسطائیت اور جاپان کا شہنشاہیت پسند نظام یہ سب ایک ہی قسم کی سرمایہ داری کے مختلف نام یا ایک ہی صورت کے مختلف رنگ و روغن ہیں۔

اس تفصیل کے بعد آسانی سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلے میں فسطائیت کو پیش کرنا دراصل ''اقتصادی نظام'' کی توہین کرنا ہے۔اسلام میں اگر چہ پیداوار میں اور ذرائع پیداوار میں اِنفرادی ملکیت ایک حد تک جائز رکھی گئی ہے، لیکن اس کا جواز اس شرط کے ساتھ مشروع ہے کہ اِنفرادی ملکیت جماعتی مفاد سے کسی حال میں متصادم نہ ہونے پائے، بلکہ اجتماعی مفاد کے لیے ممدومعاون اور باعث تقویت ثابت ہو اور جس جگہ اس تصادم کا غالب گمان ہو، وہاں اس کے مقابلے میں جماعتی مفاد کو ترجیح دی جائے۔ اس لیے محض اس جواز کی مشابہت سے اسلامی نظام کو فاشیت کے ہم نوا قرار دینا یا اس کے قریب تر ثابت کرنا اسلام پر بہت بڑا ظلم اور حد درجہ ناانصافی ہے۔ ذیل میں نقشے سے اس کی بہ خوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

www.rahimia.org

فسطائی (سرمایہ داری)اقتصادی نظام		اسلامی اقتصادی نظام
1۔دولت و ذرائع دولت کو مخصوص طبقہ کی اِنفرادی و اجتماعی اغراض کے لیے ہونا ازبس ضروری ہے۔		1۔دولت وذرائع دولت کا مخصوص طبقے میں محدود ہوکرعوام کی معاشی ہلاکت کا باعث بننا حرام ہے
2۔ اِنفرادی ملکیت لامحدود ہے۔		2۔ اِنفرادی ملکیت پر شرائط کی حدود عائد ہیں۔
3۔ اِنفرادی ملکیت اجتماعی حقوق اور مفادِ عامہ سے مستغنی و بالاتر ہے۔		3۔ اِنفرادی ملکیت، اجتماعی حقوق کے زیر اَثر ہے۔
4۔ اقتصادی نظام کی بنیاد مخصوص افراد اورخاص طبقے کے مفاد پر قائم ہے۔		4۔ اقتصادی نظام کی بنیاد عوام کے مفاد اورحاجات کے انسداد پر قائم ہے۔
5۔عوام کی معاشی تباہی وکساد بازاری اس کا لازمی نتیجہ ہے۔		5۔عام معاشی خوش حالی ضروری ہے۔
6۔معاشی دست برد کے ذریعے غلامی اوراقوام کی محکومی لازم وضروی ہے۔		6۔ معاشی دست برد کے ذریعے حاکمیت ومحکومیت اقوام لعنت ہے۔
7۔ اِکتناز و احتکار ضروری اورموجب سعادت امور اقتصادی ہیں۔		7۔ اکتناز (جمع خزانہ) و احتکار (اجتماعی حقوق سے باز رہنا) کی مطلق گنجائش نہیں
8۔نسلی، جغرافیائی اورطبقاتی امتیازات ضروری ہیں۔		8۔ نسلی، خاندانی، طبقاتی اور جغرافیائی امتیازات اس سلسلہ میں قابل تسلیم نہیں۔

اس موازنہ سے یہ بہ خوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسلامی اقتصادی نظام اورفسطائی سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان کوئی ایسی مشترک کڑی نہیں پائی جاتی، جس کی بدولت ان دونوں میں کسی قسم کی مفاہمت ممکن ہوسکے۔ اس لیے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ایسے نظام کو اسلامی اقتصادی نظام کے ساتھ کسی طرح نہیں جوڑا جاسکتا جو چندسو یا چند ہزار یا چند لاکھ انسانوں

www.rahimia.org

کی خوش حالی، عیش پسندی اور راحت کوشی کی قربان گاہ پر کروڑوں انسانوں کو بھینٹ چڑھا دے اور صرف یہی نہیں، بلکہ عام کساد بازاری اور بے روزگاری کا باعث بن کر دنیا کے امن و امان کی تباہی و بربادی اور مظلوموں کو محکوم بنا کر ظالم کے ہاتھوں ہلاکت آفرینی کا موقع بہم پہنچائے۔

اشتراکیت

سرمایہ دارانہ نظام کے اس ظالمانہ دست برد نے آخر مزدوروں اور غریبوں میں بھی شعور، احساس اور بے داری کا جذبہ پیدا کر دیا اور انھوں نے ردِ عمل کے طور پر حقوق کے نام سے شوروغوغا مچایا۔ مجالس اور یونینیں قائم کیں اور اٹھارویں صدی کے آخر ہی سے سوشل اِزم کے نظریے نے ان کی حمایت شروع کر دی اور روس جیسے بڑے ملک میں اس بیسویں صدی میں انقلاب برپا ہونے کے بعد کارل مارکس کے نظریہ ''سوشل اِزم'' کے ماتحت جدید اقتصادی نظام بھی قائم ہوگیا، جس کا دعوی یہ ہے کہ وہ مفادِ عامہ کا داعی اور مزدوروں، کسانوں اور پست و مظلوم طبقوں کا حامی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا اس سے بھی موازنہ کیا جائے اور محض مذہب کی اتباع اور حسن ظن کی بنیادوں پر ہی نہیں، بلکہ دونوں نظامہائے اقتصادی کے اصولوں اور عملی تجربوں کے زیر اثر عدل و انصاف کے ساتھ محاکمہ اور تبصرہ کیا جائے۔

ابھی کہا جا چکا ہے کہ سوشل اِزم کی تاریخ کا آغاز بھی اٹھارویں صدی کے اواخر سے ہی ہو جاتا ہے۔ ''ہیگل'' نے اس کو اوّل ایک ''عملی نظریہ'' کی شکل میں پیش کیا اور اقتصادی امور میں بنیاد قرار دیا۔ اور اس کے اس نظریے کو اقتصادی زندگی بخشنے، بلکہ معاشرتی اصول بنانے اور تمدنی پروگرام میں ڈھالنے والا شخص ''کارل مارکس'' ہے اور یہی نظریہ ''کمیونزم'' کی شکل میں روس پر حاوی ہوا اور دنیا میں انقلاب برپا کرنے میں مشغول و مصروف نظر آیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام جس مکمل قانون کا نام ہے، اس کے ساتھ اشتراکیت (کمیونزم) کا رابطہ اتحاد ناممکن ہے۔ اس لیے کہ کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی رہنماؤں نے جس فلسفہ پر (مارکسزم) کی بنیاد قائم کی ہے، اس میں خدا سے انکار اور الٰہیات کی نفی صف اوّل میں جگہ پاتے ہیں اور اس لیے اس کا ''علم الاخلاق'' بھی اسی

روشنی میں مہذب و مرتب کیا گیا ہے۔

لٰہذا اس کے فلسفہ لادینیت کے ساتھ اسلام کا کوئی رابطہ اور تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب ہم اس فلسفہ کے فقط اقتصادی پہلو سے بحث کرتے ہیں اور دنیا کے دوسرے غیراسلامی نظامہائے معاشی کے مقابلے میں اس کو پیش نظر لاتے ہیں تو اس وقت ہم کو اس حقیقت ثابتہ کے اِظہار میں کوئی باک نہ ہونا چاہیے کہ اس میں شک نہیں کہ اقتصادی نظام کے بہت سے امور میں اسلام اور اشتراکیت باہم متقارب نظر آتے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف دونوں ہم آہنگ ہیں۔ اگرچہ طریقِ کار کے اختلاف سے دونوں کی راہیں اس وادی میں قطعاً جدا جدا ہیں۔

اسلامی نظام اقتصادی اور اشتراکی نظامِ اقتصادی کے درمیان جن امور میں اتفاق ہے، وہ حسبِ ذیل ہیں:

1. اِکتناز واحتکار یا جمع دولت کا مذموم طریقِ کار اور مخصوص طبقے میں دولت کی تحدید، نہ یہ جائز قرار دیتا ہے اور نہ وہ۔ دونوں ان ہر دو امور کو باطل اور اقتصادی زندگی کے لیے تباہ کن سمجھتے ہیں۔
2. دونوں ضروری سمجھتے ہیں کہ اقتصادی نظام کی اساس و بنیاد عام معاشی مفاد پر قائم ہو اور ہر شخص کو معاش سے حصہ ملے اور کوئی شخص بھی اس سے محروم نہ رہے۔
3. دونوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اقتصادی نظام کے دائرہ میں تمام انسانی دنیا جغرافیائی، طبقاتی اور نسلی و خاندانی امتیازات سے یکسر جدا ہوکر یکساں اور برابر حیثیت میں شمار ہو۔
4. اِن دونوں کے درمیان اس میں اتفاق ہے کہ جماعتی (اجتماعی) حقوق، اِنفرادی حقوق پر مقدم ہوں۔
5. اِن دونوں کے درمیان یہ بھی مسلم ہے کہ معاشی دست برد کے ذریعے حاکم ومحکوم اور غلام وآقا کا سسٹم قائم نہ ہوسکے اور قائم شدہ کو مٹا دیا جائے۔

یہ وہ امور ہیں، جن میں دونوں اقتصادی نظام ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ لیکن دو امر ایسے ہیں کہ جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے اور ان ہر دو امور میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح مطابقت پیدا نہیں کی جاسکتی اور یہ اختلاف اس

www.rahnuma.org

وقت اَور زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہوجاتا ہے۔ جب کہ سوشل اِزم کا آخری درجہ ’’کمیونزم‘‘ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام		اشتراکی اقتصادی نظام
1۔ دولت و ذرائع دولت میں اِنفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدود قائم کردی جائیں۔		1۔ دولت و ذرائع دولت میں اِنفرادی ملکیت کو مٹا دیا جائے۔
2۔ حق ِمعیشت کی مساوات کے اعتراف کی ساتھ بلحاظ معیشت، اختلافِ مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکار کو روکا جائے۔		2۔ بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

انفرادی ملکیت کا اسلامی تصور

پہلا اختلافی مسئلہ اس طرح قابل غور ہے کہ اگر آمدنی اورذرائع آمدنی پر اِنفرادی ملکیت کا کوئی اَثر باقی نہ رہے تو عقل اور تجربہ اس طرح رہنمائی کرتے ہیں کہ ایسا ہوجانے کے بعد ذرائع پیداوار اور آمدنی میں بہت بڑا اختلاف اور اضمحلال پیدا ہوجائے گا۔ اس لیے کہ اِنفرادی ملکیت کے نظام کو یکسر تباہ و برباد کرنے اور اس تمام سلسلے کو اسٹیٹ کے حوالے کردینے کے بعد انسانوں کے قوائے عمل میں وہ زبردست تحریک پیدا نہیں ہوسکتی جو اِنفرادی ملکیت کی مسابقت کی صورت میں پیدا ہوسکتی ہے۔ کیوں کہ ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جب میری تمام جدوجہد اور حاجات وضروریات کا عملی نظام اسٹیٹ کے ذمہ اور صرف اس کے ہاتھ میں ہے تو میں کس لیے اپنے قوائے دماغی، قوائے جسمانی اور قوائے عملی کو زیادہ محنت میں لگاؤں اور تنازع للبقا (بقا کی کش مکش) کے اس میدان میں کس لیے گوئے مسابقت حاصل کرنے (آگے نکلنے) کی سعی کروں۔

لیکن اس کے برعکس اِنفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے باہمی مسابقت اور دوڑ میں جو خرابی پیدا ہونے اور اجتماعی نقصانات کے بروئے کار آنے کے اندیشے پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کا انسداد ضروری قرار دے کر قوائے عملی و دماغی کو بھی اپنی فطری نشوونما کے

www.rahimia.org

مطابق کام کرنے کے لیے موقع بہم پہنچایا جائے تو یہ طریقہ کار ہی صحیح طریقِ کار ہوسکتا ہے۔ چناں چہ روس کے پہلے دس سالہ پروگرام کی ترمیم نے بھی اس کی تصدیق اس طرح کردی کہ بہت سی زمینیں معطّل رہ جانے اور ذرائع پیداوار میں رفتار کے سست پڑ جانے کی وَجہ سے اَب اس کے بعد کے دس سالہ پروگرام میں ایک حدتک زمینوں میں اِنفرادی قبضہ کو تسلیم کیا جارہا ہے۔ اور تجربے سے حقائق تک پہنچنے کی اگر یہی طلب صادق رہی تو وہ وقت دور نہیں کہ اسلام کے نظریہ اور اصول ہی کو اصول بنانا پڑے۔ (اَب روس اور چین کی معاشی اصلاحات نے اس کی مزید تصدیق کردی ہے۔)

اس لیے قرآن عزیز نے باوجود اس بات کے تسلیم کرلینے کے کہ ''اصل ملکیت صرف خدا کی ہے اور اسی لیے تمھاری اِنفرادی ملکیت میں خدا کی عام مخلوق کا بہت بڑا حصہ ہے اور اس میں اجتماعی حقوق مقدم ہیں۔'' ذاتی ملکیت کا اعتراف واقرار کرتے ہوئے انسان کے فطری قوائے عملی و دماغی میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا۔ اور ان کو کش مکش حیات میں داخل کرکے ان پر حصول مال کی راہیں کھول دیں۔ نیز عقل و تجربہ کی بنا پر یہی صحیح اور درست ہے کہ اِنفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جائے اور پھر اس پر اجتماعی بوجھ ڈالا جائے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ (آل عمران، 92)

''تم ہرگز بھلائی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے، جب تک کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال میں سے خرچ نہ کرو۔''

اور قانونی اور اخلاقی ضابطوں کے ذریعے اِنفرادی ملکیت کا رُخ بھی جماعتی فلاح اور بہبودِ عامہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

اس موقع پر اس اندیشہ کا اِظہار کیا جاتا ہے کہ اگر پیداوار اور ذرائع پیداوار میں اِنفرادی ملکیت کے لیے ادنیٰ سی بھی گنجائش نکل آئے گی تو پھر مذموم سرمایہ دارانہ نظام کو اس سوراخ سے سر اُٹھانے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ لیکن یہ اندیشہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایسی حالت میں ضرور ممکن ہے کہ اِنفرادی ملکیت تو کسی حدتک تسلیم ہو، لیکن اس کے غیرمحدود ہونے اور سرمایہ دارانہ نظام کے لیے حیلہ بن جانے کے انسدادی قوانین موجود نہ ہوں۔ لیکن جب اسلام اِنفرادی ملکیت کو محدود صورت میں تسلیم کرنے کے بعد اقتصادی نظام میں ایسی دفعات قانونی بھی بیان کرتا ہے جو اِنفرادی ملکیت کو اجتماعیت پر قابو پانے سے روکتی اور سرمایہ دارانہ نظام کا سر کچلنے کے لیے اپنے قانونی تیشہ سے کام لیتی رہتی ہیں تو

www.rahimia.org

پھر ایک وہمی اندیشہ کی بنا پر انسانوں کو ان فطری حق سے روک دینا ایک ظلم ہے اور راہِ عدل سے ہٹ کر افراط و تفریط کے غار میں گر جانا ہے۔

درجات معیشت میں تفاوت کا اسلامی تصور

دوسرا اختلاف ''معیشت کے درجات'' سے متعلق ہے۔اسلام حقِ معیشت کی مساوات کو تسلیم کرتا، بلکہ ضروری قرار دیتا ہے۔لیکن مدارج معیشت میں مساوات کا قائل نہیں ہے۔یعنی کہ وہ اس کو نہیں مانتا کہ یہ ضروری ہو کہ سب کو ایک ہی طرح پر سامانِ معیشت حاصل ہو۔لیکن یہ ضروری سمجھتا ہے کہ سب کو ملے۔اور جدوجہد اور ترقی کی راہیں یکساں طور پر سب کے سامنے کھل جائیں اس کے برعکس سوشل اِزم حقِ معیشت کی مساوات کے ساتھ ساتھ نفسِ معیشت کی بھی مساوات کا قائل ہے۔اور مدارج معیشت کا قطعاً انکار کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ احوالِ معیشت کا یہ اختلاف قدرتی نہیں ہے، بلکہ سوسائٹی کا خود پیدا کردہ ہے۔پس! اگر آئندہ سوسائٹی کا نظامِ معیشت مساوات کے اصول پر قائم کردیا جائے تو دوسری طرح کے محرکات ذہنی پیدا ہوجائیں گے اور کارخانہ معیشت کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں گی، جس طرح آج جاری ہیں۔

اس دوسری صورتِ اختلاف کو بھی غائر نظر سے دیکھا جائے تو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس میں بھی اسلام کی بتائی ہوئی راہ ہی صحیح ہے۔یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کی جسمانی و دماغی استعداد یکساں نہیں ہے اور جب استعداد یکساں نہیں ہے تو سعی معیشت کے نتائج وثمرات کا اختلاف بھی ضروری اور ناگزیر ہے۔اور ایسی صورت میں سوسائٹی کا ایسا نظام قائم کرنا، جس کی بنیاد نفس معیشت کی مساوات پر ہو، کسی طرح بھی صحیح اور درست نہیں ہے۔اور یہ کہنا بھی ناقابل قبول ہے کہ اس قسم کے نظام کے بعد ذہنی ومعنوی محرکات میں بھی ایسی تبدیلی ہوجائے گی کہ جس سے معیشت کا کارخانہ اسی سرگرمی سے جاری رہے گا۔

بہرحال جسمانی و دماغی استعداد کے اختلاف کو مان لینے کے بعد معیشت کا اختلاف بھی فطری ہوجاتا ہے۔اسی لیے قرآنِ عزیز نے اس طرح رہنمائی کی ہے کہ یہ اختلاف قدرتی ہے اور کارخانہ عالم فطری قوتوں کے اُبھرنے اور ترقی پانے کے لیے ایسا ہونا ضروری تھا۔اگر یہ نہ ہوتا اور سب کی حالت یکساں ہوتی تو مسابقت اور مزاحمت کی حالت کبھی پیدا نہ ہوتی اور ان قوتوں کو اُبھرنے کا موقع نہ ملتا۔اور اگر یہ موقعہ میسر نہ آتا

www.rahmia.org

تو جسمانی زندگی کی وہ تمام سرگرمیاں سرد ہوکر رہ جاتیں، جن پر نظامِ عالم کا یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ (اس ضمن میں چند آیات قرآنی کا مطالعہ فکری رہنمائی کرتا ہے)

(۱) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ (النحل، 71)

''اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔''

(۲) نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (الزخرف، 32)

''ہم نے دُنیوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کردی اور ان سب کو یکساں درجے میں نہیں رکھا، بلکہ بعض کو بعض پر برتری دی ہے۔''

(۳) وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام، 165)

''اور وہی ہے، جس نے تم کو زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور بعض کو بعض پر مرتبے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے، اس میں تمھیں آزمائے۔ بلاشبہ تمھارا پروردگار (بدعملیوں کی) فوراً سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بڑا ہی بخش دینے والا رحمت والا ہے۔''

ان تمام آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کے اس چکر میں ایک دوسرے کی جانشینی کا سلسلہ قائم ہے۔ یعنی ایک جاتا ہے دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور اس کے ثمرات کا وارث بنتا ہے۔ اور یہ کہ تمام انسان درجے کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ معیشت کے مدارج کا یہ تفاوت اس لیے قائم کیا گیا ہے، تاکہ انسان کو وہ اپنی سعی و عمل سے حاصل کرسکتا ہے، کرلے اور یہ بھی امتحان لیا جائے کہ وہ اس تفاوت درجات کی موجودگی میں کس حالت میں خدا سے غافل رہتا ہے اور کس حالت میں نہیں رہتا۔

الحاصل اسلام کے اقتصادی نظام اور سوشل اِزم کے اقتصادی نظام کا مقصد اگرچہ ایک نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ عام انسانی افراد کی مالی تباہی، افلاس اور بدبختی کو دور اور ان کی بھاری اکثریت کی بدحالی کو ختم کیا جائے۔ اور دونوں نے علاج بھی ایک ہی تجویز کیا ہے کہ مذموم سرمایہ داری کو بروئے کار نہ آنے دیا جائے۔ یعنی ''جمع دولت'' اور اکتناز کو باقی نہ چھوڑا جائے۔ لیکن طریقِ کار میں دونوں کے درمیان یہ دو بنیادی اختلاف ضرور پائے

www.rahimia.org

جاتے ہیں کہ ایک (اسلام) معیشت کے اختلاف کو قبول کرتا ہے اور اِنفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور دوسرا (سوشلزم) ان دونوں کا انکار کرکے ان کو فنا کرنا چاہتا ہے۔

اسلام نے حقِ معیشت کی مساوات کو تسلیم کیا اور سعی و ترقی کی راہیں سب کے لیے یکساں طور پر کھلی رکھیں۔ اور اس نے ''احتکار'' کی وہ تمام رکاوٹیں ختم کردیں جو خاص افراد یا گروہ نے کمزور افراد اور گروہ کی خوش حالی و ترقی میں قائم کر رکھی تھیں۔ اس نے قانون سازی کے ذریعے زکوٰۃ اور وراثت اور بعض تجارتی اصولوں کو لازم قرار دے کر اور سود اور قمار اور اس قسم کے تمام کاروبار کو ناجائز بتا کر اکتناز و احتکار کو فنا کردیا اور تمام ایسی غیر معتدل راہوں کا سدباب کردیا جو ظالمانہ سرمایہ داری کا موجب بنتی ہیں۔

ان تفصیلات کے ساتھ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سوشل اِزم کے مسطورہ بالا ہر دو اصول دراصل اس نظام اور اس سوسائٹی بلکہ اس مذہبی گروہ کے مقابلے میں انتقامانہ جذبات کے ماتحت اصول قرار پاتے ہیں، جن کے ظالمانہ ماحول سے متاثر ہوکر کارل مارکس اور اینگلز نے اپنے نظریوں اور ان کے ماتحت عملی سرگرمیوں کا اختراع کیا۔ ورنہ یہ ہر دو اصول نہ عملی تجربہ کی خراد (پیمانہ) پر ٹھیک اُترتے ہیں اور نہ عقلی دلائل کی روشنی میں صحیح نظر آتے ہیں۔ اور اس لیے راہِ حق کے قطعاً خلاف اور اعتدال کے منافی ہیں۔

www.rahimia.org

خلاصہ کلام

الغرض (۱) جس اقتصادی نظام میں افراط و تفریط کا شائبہ نہ ہو (۲) اس کی اساس و بنیاد ماحول کے اَثرات سے متاثر ہوکر انتقامانہ جذبات پر قائم نہ ہو (۳) وہ ایسے طرزِ حکومت کا حامی ہو، جس میں اعلیٰ و ادنیٰ کے لیے مساوی حقوق کا حکم دیا گیا ہو (۴) وہ تمام انسانوں کی معاشی زندگی کا متکفل اور خوش حالی کا ضامن ہو (۵) مخصوص افراد و طبقات میں جمع دولت اور حصرِ دولت کے وجود کو فنا کرتا اور اکتناز و احتکار کی بنیادوں کو مٹاتا ہو، وہی اس قابل ہے کہ دنیا کی معاشی زندگی کا کارخانہ بہتر طریقے پر چلاسکے (۶) اور سرمایہ و محنت کی کش مکش کا عمدہ طور پر حل کرسکے (۷) اور اس کا دائرہ عمل ہمہ گیر اور عالمگیر ہو (۸) اور وہی دنیا کی اقتصادی ساکھ کو بحال کرکے عام خوش حالی او رمسرور زندگی کا ضامن بنے۔ ایسے ہی ''نظام'' کا دوسرا نام ''اسلام کا اقتصادی نظام'' ہے۔ اور اسی کی سربلندی کی دعوت دینا میری اس جنبشِ قلم کا مقصدِ عظمیٰ اور مثلِ اعلیٰ (بلند ہدف) ہے۔

واللّٰہ بصیر بالعباد۔ (اور اللہ اپنے بندوں کو خود دیکھنے والا ہے۔)